اسلام کی عالمگیری اور جامعیت

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور

ہم حضرت علامہ افغانی مدظلہ کے بیحد ممنون ہیں جنہوں نے اسلام کی ہمہ گیری اور جامعیت پر یہ اہم مقالہ ارسال فرمایا۔ اس کے بعد انشاء اللہ "ضرورت دین" کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے گا۔ یہ مقالہ بارہ گلی کے سیمنار میں پڑھا گیا ــــــ (ادارہ)

انسانی فطرت تمام اقوام میں بلا تخصیص نسل و وطن عالمگیر ہے۔ کوئی قوم اور کسی ملک کا انسان خواہ یورپ کا ہو یا ایشیا کا، افریقہ کا ہو یا امریکہ کا ایسا نہیں جس میں انسانی فطرت اور اس کے لوازمات موجود نہ ہوں۔ مذہب چونکہ فطرت انسانی کی تکمیل اور سعادت کے لئے آیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ انسانی دین بھی انسانی فطرت کی طرح عالمگیر ہو۔ اور یہی دین کے عالمگیر ہونے کا مطلب ہے۔

دینی عالمگیری کی دو قسمیں ہیں

عالمگیر دین کی دو قسمیں ہیں حقیقی اور مصنوعی۔ حقیقی عالمگیری اس کا نام ہے کہ دین عالمگیر خود مدعی عالمگیری کا ہو اور اس دین کے اصول بھی عالمگیر ہوں۔ یعنی خود دین میں بھی یہ دعویٰ اور اعلان موجود ہو کہ وہ عالمگیر ہے۔ اور کسی قوم سے مختص نہیں۔ اور اس دین کے اصول بھی ایسے ہوں کہ فطرت انسانی بلا تخصیص وطن و قوم اس کو قبول کرتی ہو اور انسانی عقل میں اس کی طرف انجذاب اور کشش موجود ہو۔ بشرطیکہ عقل و فطرت انسانی کسی بیرونی ناپاکی سے آلودہ نہ ہو۔ اس معنی میں حقیقی عالمگیری ادیان عالم میں صرف اسلام کو حاصل ہے۔ باقی مذاہب بدھ مت، کنفیوشس، تاؤ مت، شنتو مت، ہندو مت کسی معنی میں بھی عالمگیر نہیں۔ کنفیوشس مت چین کی اکثریت کا مذہب ہے۔ اور شنتو مت جاپان کی اکثریت کا۔ اور ہندو مت بھارت کی اکثریت کا، اور بدھ مت اور تاؤ مت چین و جاپان کی اقلیت کے مذاہب ہیں۔ اس میدان میں اگر اسلام کا کوئی مد مقابل مذہب ہے تو وہ صرف مسیحیت ہے۔

یہودیت بھی صرف خاندان اسرائیل کا مخصوص مذہب ہے لیکن اسلام اور مسیحیت میں آگے چل کر یہ فرق واضح ہو جائے گا کہ اسلام حقیقی عالمگیر مذہب ہے۔ اور مسیحیت کی عالمگیری مصنوعی ہے۔ اور جو فرق اصل و نقل میں ہوتا ہے۔ وہی فرق اسلام اور مسیحیت میں ہے۔ اصلی گھوڑا اور مصنوعی گھوڑا دونوں برابر نہیں۔ اور نہ مصنوعی گھوڑے سے وہ آثار و نتائج مرتب ہو سکتے ہیں جو اصلی گھوڑے پر مرتب ہوتے ہیں۔ لہٰذا تکمیل انسانی اور سعادت و فلاح بشریت کے بہترین نتائج سے مسیحیت محروم ہے۔ اس کے برخلاف تاریخ کے ہر دور میں اسلام ان عمدہ اور بہترین نتائج کا حامل رہا ہے۔ جن کا خود غیر مسلم مؤرخین نے بھی بادل ناخواستہ اعتراف کیا ہے۔ ہم صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں:

انگلستان کا مشہور مؤرخ گبن تاریخ سلطنت روما کی پانچویں جلد کے پچاسویں باب میں لکھتا ہے کہ "شریعت اسلام ایسے دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی انداز پر مرتب ہوئی ہے کہ سارے جہاں میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی" ——— مسٹر کارلائل لکھتے ہیں "شریعت اسلام کے قوانین و ضوابط کا لوہا آج بھی باایں ہمہ ترقی و حکمت، دنیا ماننے پر مجبور ہے" ——— مسٹر ڈی رائٹ مشہور نامہ نگار انگلستان لکھتے ہیں: "تاریخ انسانی میں کسی ایسے شخص کی مثال موجود نہیں کہ جس نے احکام خداوندی کو اس مستحسن طریقہ سے انجام دیا ہو جس طرح پیغمبر اسلام نے دیا ہے۔"

حقیقی عالمگیری دین کی شناخت کا صحیح معیار

دین عالمگیری کی معرفت کے لئے عقلاً حسب ذیل معیار ہو سکتے ہیں:

۱۔ پہلا معیار یہ ہے کہ خود اس دین میں عالمگیر ہونے کا دعویٰ موجود ہو۔ یعنی خود دین یہ اعلان کرے کہ وہ عالمگیر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ دین خود کسی خاص قوم کے لئے مختص ہونے کا اقرار کرے۔ یا کم از کم بین الاقوامی اور عالمگیر ہونے سے خاموش ہو اور اس دین کے ماننے والے کسی مصلحت کے تحت اس کے عالمگیر ہونے کا دعویٰ کر دیں۔ اس صورت میں مدعی سست گواہ چست والا معاملہ ہو جائے گا جو کسی عدالت میں قابل پذیرائی نہیں۔

۲۔ دوسرا معیار یہ ہے کہ اس میں خالق کائنات کا خالص توحیدی تصور موجود ہو جو فطرت کائنات کے مطابق ہے۔ کیونکہ نظم کائنات اور قوانین فطرت میں یکسانیت و وحدت موجود ہے جو سائنس کے قوانین کی بنیاد ہے۔ اگر اشیاء کے خواص میں یگانگت نہ ہوتی۔ اور وہ روز بدلتے

یا کسی وقت میں کچھ اور دوسرے وقت میں کچھ اور ہوتے تو سائنس کی ترقی ختم ہو جاتی اور قوانینِ قدرت میں سے کسی قانون پر اعتماد باقی نہ رہتا۔ اور نہ اس سے استفادہ ممکن ہوتا۔ نظمِ کائنات کی یہ وحدت ناظمِ کائنات کی وحدت کی دلیل ہے۔ اسی بنا پر کوئی ایسا دین عالمگیر کہلانے کا مستحق نہیں جس میں خالقِ کائنات کا خالص توحیدی تصور موجود نہ ہو بلکہ اس میں شرک کی آمیزش ہو۔ جیسے مسیحی دین میں ہے۔

۳ــــ انسان فطرتاً دین و دنیا روح وجسم دونوں کے ساز و سامان کا محتاج ہے۔ اس لئے وہ دین عالمگیر ہوگا جس نے دین و دنیا، روح و مادہ دونوں کے فوائد کو جمع کیا ہو۔ اور دونوں کو حاصل کرنے کی ترغیب دی ہو۔

۴ــــ وحدتِ حق: حق فطرتاً قابلِ تقسیم نہیں۔ اور نہ کسی زمان و مکان یا قوم سے مختص ہے۔ مثلاً دو دونی چار حق ہے۔ ہر ملک اور ہر زمانے میں یہی حق حق رہے گا۔ آسمانی حق جو انسانوں تک بذریعہ انبیاء علیہم السلام پہنچا ہے، وہ اصولی طور پر ایک ہے۔ اور اس کے لانے والے رسل و انبیاءؑ سب کے سب حق پر تھے۔ لہٰذا فطرتِ انسانی کا تقاضا یہ ہے۔ کہ دینِ عالمگیر میں اس امر کی قطعاً گنجائش نہیں کہ بعض انبیاء کو تسلیم کیا جائے اور بعض کا انکار کیا جائے۔ اگر کوئی دین ایسا ہے جس میں تفریق بین الرسل ہو وہ فطری اور عالمگیر دین نہیں ہو سکتا۔

۵ــــ وحدتِ نسبت و مساواتِ انسانی: انسان کو خالقِ کائنات کے ساتھ عمومی نسبت ایک ہے اور وہ نسبت ہے خالق اور مخلوق کی اور عبد اور معبود کی یعنی خالقِ کائنات سے کسی خاندان یا قوم کا بجز عبدیت کے اور کوئی رشتہ نہیں۔ سب یکساں طور پر اس کے بندے اور مخلوق ہیں۔ لہٰذا جو کچھ فرق مراتب ہوگا وہ عبدیت کی بنیاد پر ہوگا۔ اطاعت کی اساس پر ہوگا۔ نسل اور قوم کی بنیاد پر نہ ہوگا۔ اور قانونِ عدل کی نگاہ میں سب مساوی ہوں گے۔

۶ــــ قوۃ اصلاح: بدن کے علاج کے لئے وہی دوا استعمال کی جاتی ہے جس میں اصلاحِ مرض کی تاثیر موجود ہو۔ اور جس قدر وہ تاثیر قوی ہوتی ہے وہ مقبولِ عام بن جاتی ہے۔ اور عالمگیر صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پھر جس طرح انسان کو جسمانی امراض کے لئے دوا کی ضرورت ہے۔ اس سے زیادہ روحانی امراض کے ازالہ کے لئے اس کو روحانی دوا کی ضرورت ہے کیونکہ روح بدن پر حکمران ہے۔ حکمران کی درستی رعیت کی درستی ہے۔ بدن کا خمیر چونکہ زمین سے بنا ہے۔ اس لئے اس کی دوا بھی آسمانی ہوگی جو دینِ الٰہی ہے۔ دینِ الٰہی اور اس کی عالمگیری اس کی اصلاحی قوت سے

معلوم کی جاتی ہے ۔

۷ ۔ شانِ جامعیت : امراض جسم و روح کی قسمیں چونکہ مختلف اور متعدد ہیں ۔ اس لئے عالمگیر دین وہ ہوگا جس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی دوا موجود ہو۔ خواہ اعتقادی شعبہ ہو یا اخلاقی، معاشرتی ہو یا سیاسی ۔ معاشی ہو یا معادی ۔ دنیاوی ہو یا اخروی ۔ ایسا نہ ہو کہ اس دین میں صرف چند مذہبی رسوم پر اکتفار کیا گیا ہو ۔

۸ ۔ معقولیت : فطرتِ انسانی میں ایک امتیازی وصف عقل ہے ۔ اگر کوئی دین ایسا ہو جس کے اصول عقل کے لئے قابلِ تسلیم ہوں تو وہ دین عالمگیر ہے ورنہ نہیں ۔

۹ ۔ دنیا و آخرت کے درمیان صحیح ربط اور دونوں میں اعتدال ۔

۱۰ ۔ دوام دین و محفوظیت ۔

معیارِ اوّل ۔ دعوائے عالمگیری | آج کل مسیحی پادری اس امر پر زور دے رہے ہیں کہ مسیحیت عالمگیر ہے ۔ لیکن یہ مصنوعی عالمگیری ہے ۔ کیونکہ وہ خود اقرار کرتے ہیں، کہ مسیحی دین اس لئے عالمگیر ہے ۔ کہ مسیحیوں نے انجیل اور بائیبل کی دنیا کے مختلف زبانوں میں تراجم کئے ہیں ۔ دنیا کے گوشے گوشے میں مشنری بھیجے گئے ہیں ۔ مسیحیوں کی بڑی بڑی سلطنتیں موجود ہیں جو دین مسیحی کے عالمگیر ہونے کی دلیل ہیں لیکن یہ سب امور مسیحیوں کے فعل و عمل سے وجود میں آتے ہیں جس سے مصنوعی عالمگیری تو ثابت ہو سکتی ہے ۔ لیکن حقیقی عالمگیری ثابت نہیں ہو سکتی ۔ تا وقتیکہ خود دین مسیحی میں ایسا ثبوت موجود نہ ہو کہ وہ تمام انسانوں کے لئے ہے ۔ نہ صرف کسی خاندان کے لئے لیکن انجیل اس دعوے کے ثبوت سے خالی ہے ۔ بلکہ قرآن اور انجیل دونوں کی متفقہ تصریحات بتا رہی ہیں ۔ کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام دونوں کی شریعت کا تعلق صرف خاندان اسرائیل سے تھا ۔ لیکن اس کے خلاف قرآن کا صاف اعلان ہے کہ ۔

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين اور وما ارسلناك الا كافة للناس اور يايها الناس اني رسول الله اليكم جميعا ۔ کہ قرآن و اسلام کسی قوم یا خاندان سے مختص نہیں ۔ بلکہ وہ عالمی اور بین الاقوامی دین ہے ۔ جو ہر قوم اور ہر زمانے کے لئے ہے ۔ انسانی فطرت جس طرح عالمگیر ہے اسلام بھی اسیطرح عالمگیر ہے ۔ اسلام درحقیقت فطرت کی اصلی تصویر ہے ۔

دین عالمگیر کا معیار دوم ...... "توحیدِ خالص" | دین کا مرکزی نقطہ خالق کائنات کا صحیح تصور ہے ۔ اسلام نے خالق کائنات کی عظمت

اور اس کی ذات وصفات، وافعال کی وحدانیت کا جو اعلیٰ اور معقول تصور پیش کیا ہے۔ اس کی نظیر کسی دین میں موجود نہیں عقل انسانی اور فطرت بشری کے لئے خداوند تعالےٰ کے متعلق اگر کوئی تصور قابل قبول ہو سکتا ہے تو وہ صرف اسلامی تصور توحید ہے۔ کائنات میں جو قوانین قدرت و ضوابط عمل غیر محدود زمانے سے جاری اور ساری ہیں۔ ان میں پوری یگانگت اور کامل یکسانیت موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نظام کائنات میں پوری وحدت ہے۔ اور اس وجہ سے عقل اس یقین پر مجبور ہے کہ جس ذات کے ہاتھ میں نظام کائنات کی باگ ڈور ہے وہ ایک ہی ہے۔ اور یہی توحید خالص انسانی عقل کا فطری و مرکزی نقطہ ہے۔ جو صرف اسلام میں موجود ہے۔ نہ مسیحیت وغیرہ ادیان میں۔ خالق کائنات کا یہ تصور توحید انسانیت کا عالمگیر بین الاقوامی اور بین الانبیائی عقیدہ ہے۔ وما ارسلنا قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون ط

خدا کے متعلق مسیحی تصور خدا کے متعلق مسیحی تصور یہ ہے کہ خدا تین شخصوں کا مجموعہ ہے۔ باپ، بیٹا اور روح القدس کا۔ اور پھر جب سوال کیا جاتا ہے کہ ایک خدا میں تین شخص کس طرح ہوئے تو جواب ملتا ہے کہ تم ٹھیک نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ایمان کا یہ ایک بھید ہے۔ (مسیحی تعلیم ص ۳۰) کیا اس توحید در تثلیث اور تین مل کر تین ہونے کی بجائے ایک ہونے کو کوئی ایک عقل مند شخص بھی مان سکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو عالمگیر طور پر تسلیم کیا جائے۔

دوسرا عیسائی فرقہ حضرت عیسیٰ کو پورا خدا مانتا ہے۔ قرآن نے اس کی تردید کی اور توحید خالص کا اعلان کیا۔ جو تمام انبیاء علیہم السلام کا اصلی دین ہے۔ اور تثلیث خود ساختہ اور من گھڑت دین ہے جس کو غلط طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ باوجود تحریف در تحریف کے دین فطرت کی یہ حق آواز آج تک بھی انجیل و تورات میں موجود ہے۔

انجیل مرقس باب ۱۲۔ آیت ۲۸ - ۲۹ میں ہے۔ "یسوع نے فرمایا اے اسرائیل سن خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔"

تورات، سفر استثنا باب ۶ آیت ۴ میں ہے۔ "سن لے اے اسرائیل خداوند ہی ہمارا ایک خدا ہے۔"

عالمگیر دین کا تیسرا معیار "ہمہ جہتی ترقی" انسان چونکہ بدن اور روح دونوں کا مجموعہ ہے۔ اور دونوں کی ترقی انسان کا فطری مطلوب ہے یعنی مادی اور روحانی

ترقیاں یکساں مقصود ہیں۔ کسی ایک جزو کی ترقی کامل اور صحیح ترقی نہیں۔ بلکہ بدن سے زیادہ روح کی ترقی ضروری ہے کہ وہ بدن پر حکمران ہے۔ اور بدن کو استعمال کرتی ہے۔ اگر بدن ترقی یافتہ ہو اور روح غیر ترقی یافتہ تو یورپ اور امریکہ کی طرح وہ روح مادی ترقی کو اپنی ناجائز خواہشات میں استعمال کرے گی۔ اور جوشِ تعصب نسلی و قومی کی وجہ سے انسانی کشت و خون کی وہ قیامتیں بپا کرے گی جس سے انسانیت کے لئے دنیا جہنم کدہ بن کر رہ جائے گی۔ اور دنیا سے راحت، اطمینان، چین رخصت ہو جائے گا جیسا کہ گذشتہ دو عظیم جنگوں میں دنیا نے دیکھ لیا۔ مسیحی دین، بدھ ازم، اور ہندومت میں سارا زور بدن کے جائز تقاضوں کو کچلنے پر صرف کر دیا گیا ہے۔ اور دنیا سے بے تعلقی، تجرد، اور ریاضات شاقہ کو دین سمجھ لیا گیا ہے۔ جو فطرت کے خلاف جنگ ہے۔ فطرتِ انسانی کا تقاضہ یہ نہیں کہ انسانی خواہشات کا ازالہ ہو بلکہ ان کا امالہ مقصود ہے۔ کہ ان کو صحیح محل میں استعمال کیا جائے اور غلط محل میں ان کے استعمال کو روکا جائے۔ یہی فطری تعلیم ہے۔ جو صرف اسلام میں ہے ——

اسلام دین و دنیا بدنی اور روحی ترقی کا جامع ہے

اسلام نے بدنی منافع و فوائد اور مادی ترقی سے گریز کو رہبانیت سے تعبیر کر کے اس کی تردید کا اعلان کیا ہے۔ ولا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اس خالص رہبانی تصور کے خلاف زندگی کا خالص مادی تصور ہے جو یورپ، امریکہ اور ان کے مقلدین کا عملی دین ہے۔ جس میں سارا زور اس پر صرف کیا جاتا ہے۔ کہ مادی اور بدنی خوش حالی حاصل ہو اور بس۔ روح کی بلندی اور پاکیزگی کو انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ غم اور خوشی کا اصلی میدان دل اور روح ہے۔ نہ مادہ اور بدن جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ جدید انسان کے پاس اگرچہ مالی فوائد کا بے انتہا سامان موجود ہے۔ لیکن خوشی، اطمینان، دل کا چین موجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور ترقی و خوش حالی میں خودکشی کے جس قدر واقعات پیش آتے ہیں۔ انسانی دور غربت و افلاس کی پوری تاریخ میں اس کا دسواں حصہ بھی پیش نہیں آیا ——

اسلام نے ایک طرف، عقائد، اخلاق اور عبادات کا وہ بہترین نظام انسان کو دیا۔ جس کی وجہ سے انسانی روح اور انسانی حیات خالق ارواح اور خالق حیات، سے مکمل طور پر مربوط ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے عالم تغیر کی کوئی آفت اور بدلتی دنیا کا کوئی واقعہ اس کے اطمینان کو ڈگمگا نہیں سکتا۔ حقیقی مسلمان درویشی میں بھی امیر سے زیادہ خوش حال ہوتا ہے۔ کیونکہ تعلق باللہ قناعت

پیدا کرتا ہے۔ جو حقیقی غنا ہے۔ اور تعلق بالمال سے حرص پیدا ہوتی ہے۔ جو غربت اور محتاجی ہے۔ غنا اور حاجت کا مرکز قلب ہے نہ مال۔

قناعت سے مراد بقول امام ربانی مجدد الف ثانی حرص دنیا کی کمی ہے۔ کہ نہ کسی چیز کے آنے کی خوشی ہو اور نہ جانے کا غم۔ امام غزالیؒ نے فرمایا ہے۔ خواہشات پر غالب آنا فرشتوں کی صفت ہے۔ اور خواہش سے مغلوب ہونا حیوانیت ہے جو چوپائیوں کی صفت ہے۔ معروف کرخیؒ نے فرمایا کہ دولت کے بھوکے کو کبھی راحت نصیب نہیں ہوتی۔ مفلسی بھی خطرناک ہے لیکن وہ دولت مندی جس کے ساتھ ضبط نفس نہ ہو وہ غریبی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ امام حسن بصری کا قول ہے کہ خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ ہے اور بھرا پیٹ شیطان کا اکھاڑہ ہے۔

شفیق بلخی نے فرمایا کہ لوگ چار باتوں میں اللہ کی موافقت کرتے ہیں اور عمل میں خلاف کرتے ہیں۔ ۱۔ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ اور عمل آزادوں جیسے کرتے ہیں۔ ۲۔ کہتے ہیں۔ کہ اللہ ہمارے رزق کا کفیل ہے۔ اور دل ان کے مطمئن نہیں مگر دنیا کی چیز سے۔ ۳۔ کہتے ہیں کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ لیکن دنیا کے لئے مال جمع کرتے ہیں۔ اور آخرت کے لئے گناہوں کو ۴۔ کہتے ہیں کہ ہم ضرور مرنے والے ہیں۔ لیکن عمل ایسا کرتے ہیں۔ کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں۔

دین و دنیا کے کاموں میں راہِ اعتدال وہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ جائز دنیا کے لئے ایسا کام کرو کہ گویا اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اور آخرت کے لئے ایسا کام کرو کہ گویا کل مرنا ہے۔ اِعمل لدنیاک کانک تخلد ابداً واعمل لاخرتک کانک تموت غداً۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً ط حضرت فاروق اعظمؓ کا قول ہے۔ کہ کسی مسلمان کو زیبا نہیں کہ تلاشِ رزق سے بیٹھ جائے اور دعا کرے کہ اے خدا مجھ کو رزق دے۔ کیونکہ تم کو معلوم ہے۔ کہ آسمان سے سونا، چاندی نہیں برستا۔ (مخزن الاخلاق)

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

(بقیہ خاندانی منصوبہ بندی)

اور منافی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ انسان جانوروں کی سی شکل و صورت اختیار کرے۔

وبعض زینتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جنہیں طبیعت	بعضہا یکون تعمقاً فی ابداع ما لا
اور فطرت کے خلاف بہت تعمق سے نکالا	تقتضیہ الطبیعۃ وہو غیر محبوب
جاتا ہے۔ ایسی زینتیں بالکل غیر پسندیدہ	اذا خلی الانسان وفطرتہ عدہ متغیر

ہیں۔ بلکہ اگر انسان کو بالکل مخلی بالطبع چھوڑا جائے۔ تو وہ ان کو منظر تباہ کرنے گا۔ (یعنی شکل و صورت کا بگاڑنا سمجھے گا۔)